تحریک شبان المسلمین

خواجہ عبدالوحید

بیسویں صدی کے ربیع اوّل میں اسلامیانِ ہند نے بڑی بڑی عظیم الشان تحریکیں چلائیں ، جن کا تعلق براہِ راست برطانوی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے سے تھا ۔ تحریک خلافت کے بعد مسلمانانِ ہند پر یاس و قنوطیت کا عالم چھا گیا ۔ اس کے باوجود مختلف مقامات کے حسّاس مسلمانوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جذبۂ عمل بیدار ہوا ۔ ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ مختلف طرح کے لوگوں میں احیاء اسلام کے لیے سوچ بچار شروع ہو گئی تھی ۔ علی گڑھ میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب صدر شعبہ فلسفہ ، مسلم یونیورسٹی ، مشرق پنجاب میں میر غلام بھیک نیرنگ جیسے لوگ اس موضوع پر سوچ بچار کر رہے تھے ۔ اسی زمانہ میں لاہور کے چند نوجوان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ۔ ان سب لوگوں کے لیے اس سوچ بچار کے لیے مرکزی شخصیت ایک ہی تھی ۔ یعنی علامہ سر محمد اقبال ۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ان سے زبانی یا تحریری طور پر تبادلہ خیالات کر رہا تھا ۔

اوائل ۱۹۳۵ء میں جب علامہ اپنے مکان 'جاوید منزل' میں منتقل ہو چکے تھے ، میں نے بھی میو روڈ کے دوسری طرف محلہ محمد نگر میں مکان بنا لیا تھا اور اس لیے آپ کے ہاں آنے جانے کی آسانی ہو گئی تھی ۔ اسی زمانے سے یہ داستان شروع ہوتی ہے ۔ میرا اپنا دستور یہ رہا ہے کہ میں حضرت علامہ کی خدمت میں دوپہر کے وقت یا خاصی رات گئے حاضر ہوا کرتا تھا تاکہ اور لوگ ان کے پاس موجود نہ ہوں اور ان سے اطمینان اور سکون سے گفتگو ہو اور جب میں گھر واپس آتا تو سب سے پہلے یہی کام کرتا کہ علامہ مرحوم کے ملفوظات کو من و عن اپنی ڈائری میں درج کرتا ۔ اس میں طرح طرح کے دینی اور سیاسی مسائل پر ان کے خیالات ملتے ہیں لیکن موجودہ مضمون میں ، میں صرف وہی باتیں درج کروں گا ، جو ''جمیعۃ شبان المسلمین'' کی تجویز سے متعلق ہیں ۔ اگر وقت نے ساتھ دیا تو انشاءاللہ کسی دوسرے موقع پر اور مسائل پر حضرت علامہ کے ارشادات عالیہ پیش کروں گا ۔

۲۸ فروری ۱۹۳۵ء : کل رات صوفی صاحب[1] کے ہاں اس غرض سے مجلس مشاورت منعقد ہوئی کہ سر محمد اقبال کے تجویز کردہ نظام ''شبان المسلمین'' پر غور کیا جائے ۔ در اصل یہ سکیم جو ہمارے زیر غور ہے ۔ میر غلام بھیک نیرنگ اور ڈاکٹر ظفرالحسن کی تجویز کی ہوئی ہے[2] ۔ جس کا مقصد ''ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال'' ہے ۔ افسوس ہے کہ ان دونوں کی طرف سے آئے ہوئے کاغذات ڈاکٹر صاحب کے پاس ہیں اور وہ بھوپال گئے ہوئے ہیں ۔ اس لیے اس مسئلہ پر صحیح طور پر غور نہیں ہو سکتا ۔

۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء : ۲۶ تاریخ کو صوفی صاحب کے ہاں اجتماع ہوا اور جمیعۃ شبان المسلمین ہند کے اصول اساسی کا مسودہ جو میں نے تیار کیا تھا زیر غور آیا اور بعد چند ترامیم منظور ہوگیا ۔

۵ اپریل ۱۹۳۵ء : کل حسب الارشاد علامہ سر محمد اقبال ایک مضمون مجوزہ ''جمیعۃ شبان المسلمین'' تیار کیا[3] اور دفتر جاتے ہوئے حضرت علامہ کو دکھایا ۔ انہوں نے پسند فرمایا ۔ دفتر میں مسٹر محمد افضل بھٹی سے اس مضمون کی چار نقلیں کرائیں ۔ اب ان پر لوگوں کے دستخط کرائے جائیں گے ، پھر دستخط کرنے والوں کا اجلاس ہوگا ، جس میں جمیعۃ کا رسمی طور پر قیام اور امیر کا انتخاب ہوگا اور اس کے بعد اس قیام و انتخاب کا اعلان کیا جائے گا ۔

۱۔ مراد صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ایم ۔ اے سے ہے جو تیس پینتیس برس ایسے معاملات میں میرے شریک کار رہے اور جن کے ہاں اکثر اس قسم کے اجتماعات منعقد ہوا کرتے تھے ، وہ اس زمانہ میں مزار ''داتا گنج بخش'' کے عقب میں رہا کرتے تھے ۔

۲۔ جس زمانہ میں میرے احباب کی توجہ اس طرف ہوئی تھی ہم میں سے کوئی بھی اس حقیقت سے واقف نہ تھا ۔ جب پہلی مرتبہ علامہ مرحوم سے اس بارہ میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میر غلام بھیک نیرنگ اور ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب بھی ان خطوط پر سوچ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے خیالات تحریر میں پیش بھی کیے ہیں ۔ آپ لوگ ان سے خط و کتابت کرکے ان دونوں کی تجاویز حاصل کریں ۔ چنانچہ میں نے دونوں بزرگوں سے خط و کتابت شروع کر دی ، جس کا کچھ ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا ۔

۳۔ افسوس ہے کہ اس مضمون کی نقل مجھے تاحال اپنے کاغذات میں نہیں ملی میرے پرانے کاغذات مختلف جگہوں پر محفوظ پڑے ہیں بہت ممکن ہے کہ وہ فائل جس میں ، میں نے اس تجویز کے متعلق جملہ کاغذات رکھے تھے کبھی مل جائے ۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اس زمانہ کی میری ذاتی ڈائری محفوظ رہی ، جس سے یہ معاملہ موجودہ نسل کے سامنے آ سکا ہے ۔

۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء : گذشتہ رات صوفی صاحب کی طرف گیا جہاں خود صوفی صاحب اور شیخ حسام الدین صاحب[1] سے مجوزہ جمیعت شبان المسلمین کے متعلق تبادلۂ خیالات ہوتا رہا ۔

۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء : آج شام جب سید صاحب[2] کے ہاں سے اپنے گھر آ رہا تھا تو علامہ سر محمد اقبال کے مکان کے عین سامنے ان کا ملازم علی بخش ملا ، جس سے معلوم ہوا کہ باہر سے دو اصحاب ڈاکٹر صاحب کے پاس آئے تھے اور میرا پتہ دریافت فرما کر میری تلاش میں میرے دفتر[3] کی طرف چلے گئے تھے ۔ جب گھر پہنچا تو ایک لفافہ ملا ۔ جس میں ایک رقعہ خود حضرت علامہ[4] کے ہاتھ کا

۱۔ شیخ حسام الدین صاحب مجلس احرار کے بزرگ ترین راہنماؤں میں سے ہیں ۔ امرتسر کے رہنے والے ہیں جو صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کا بھی وطن مالوف تھا ۔ اب دونوں صاحبان لاہور میں مستقل طور پر مقیم ہیں ۔ احرار کے اول درجہ کے راہنماؤں میں اب صرف شیخ صاحب ہی بقید حیات ہیں ۔

۲۔ سید صاحب سے مراد ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب ایم ۔ اے (عربی) ایم ۔ اے (فارسی) ڈی لٹ ہیں جو پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج کے پرنسپل ہو کر ریٹائر ہوئے ۔ اور اب یونیورسٹی کے شعبہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (اردو) کے سربراہ ہیں ۔ سید صاحب میرے ان احباب خاص میں سے ہیں جن کے ساتھ مل کر میں نے ایک ربع صدی تک بے شمار دینی ، سیاسی اور علمی کاموں میں حصہ لیا ۔ ۱۹۲۸ء میں جب لاہور میں اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آیا تو وہ پیش پیش تھے ۔ بلکہ اگر ان کو اس کا محرک اول قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا ۔ اس انسٹی ٹیوٹ نے کم و بیش بیس برس کام کیا اور جب قیام پاکستان کے بعد میں نے لاہور چھوڑا تو اس کا کام ختم ہو گیا ۔

۳۔ دفتر سے مراد اکونٹنٹ جنرل پنجاب کا دفتر ہے جس میں میں نے اکتوبر ۱۹۲۳ء سے ۱۹۴۷ء تک ملازمت کی ۔

۴۔ اس رقعہ کا مضمون حسب ذیل تھا ۔

My dear Khawja Wahid,

These gentlemen came from Aligarh to talk about the matter about which you wrote to Sayyid Zafar Hasan of Aligarh. Perhaps you and your friends would like to have a talk with them. If so please come to my place any time in the evening. You can bring your friends who are in sympathy with you.

Yours,
Mohammad Iqbal.

مائی ڈیر خواجہ وحید !

یہ صاحبان علی گڑھ سے اس امر کے متعلق گفتگو کرنے آئے ہیں جس کے بارے میں آپ نے علی گڑھ کے سید ظفر حسن کو لکھا تھا ۔

لکھا ہوا تھا ۔ اور دوسرا ان نو وارد حضرات کا جس سے معلوم ہوا کہ علی گڑھ سے ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب نے دو صاحبوں کو لاہور اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ ہم لوگوں سے مجوزہ جمعیت شبان المسلمین کے متعلق تفصیلی طور پر تبادلہ خیالات کریں ان صاحبوں نے لکھا تھا کہ مغرب کے وقت میں مع اپنے دوستوں کے ڈاکٹر صاحب کے مکان پر[1] ان سے ملاقات کروں ۔

میں جس وقت گھر پہنچا ، دو بچے علیل تھے ۔ میں نے ملازم کو سائیکل دے کر بھیجا تا کہ وہ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب[2] کو بلا لائے ، لیکن انھیں آنے میں دیر ہو گئی ۔ ادہر مغرب کا وقت ہو گیا ۔ میں بہت پریشان ہوا کہ نہ ڈاکٹر صاحب آئے اور نہ ہی میں ان لوگوں تک پہنچ سکا ۔ بالآخر دیر تک انتظار کرنے کے بعد میں سر محمد اقبال کی طرف روانہ ہو گیا ۔ وہاں علی گڑھ کے احباب[3] کے علاوہ حسرت صاحب[4] بھی بیٹھے تھے ۔ موخرالذکر تو جلد اٹھ کر چلے گئے

غالباً آپ اور آپ کے دوست ان سے گفتگو کرنا پسند کریں گے ، اگر یہ خیال صحیح ہے تو آپ شام کو کسی وقت بھی میرے ہاں آ جائیں ۔ آپ اپنے ان دوستوں کو بھی ہمراہ لا سکتے ہیں ، جو آپ کے ہم خیال ہیں ۔ آپ کا محمد اقبال

۱۔ جاوید منزل ۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالغنی ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس مرحوم میرے بڑے اچھے دوستوں میں سے تھے اور میرے قریب ہی رہتے تھے ۔ البتہ ان کا مطب فلیمنگ روڈ پر تھا جو جگہ میرے گھر سے خاصی دور تھی ۔

۳۔ علی گڑھ سے آنے والے یہ صاحبان تھے : (۱) ڈاکٹر ایم ۔ ایم ۔ احمد صاحب اور (۲) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اول‌الذکر اس زمانہ میں علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں استاد تھے ۔ اور فاروقی صاحب طالب علم ، سید ظفرالحسن صاحب نے اپنے خط میں ان دونوں کو اپناشاگرد لکھا تھا ۔ ڈاکٹر احمد صاحب اب کراچی یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کے ہیڈ ہیں ۔ ڈاکٹر فاروقی صاحب قیام پاکستان کے بعد ایم ۔ اے ۔ او ۔ کالج لاہور میں کئی برس تک لیکچرر رہے ۔ بعد میں کراچی آ گئے اور کم و بیش ایک سال تک اسلامک سنٹر نارتھ ناظم آباد میں کام کرتے رہے پھر غالباً یہاں کے ''اسلامیہ کالج'' سے منسلک ہوگئے تھے ۔ ان کے موجودہ مشاغل سے میں واقف نہیں ہوں ۔

۴۔ مراد مولانا چراغ حسن حسرت ہے جو مدتوں مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ رہ کر صحافت کا بہت وسیع تجربہ حاصل کر چکے تھے اور اردو زبان کے بہترین مزاح نگار تھے ۔ مدتوں لاہور سے ایک ہفتہ وار پرچہ ''شیرازہ'' نکالتے رہے ، جس نے مزاح نگاری کا بہت اونچا معیار قائم کر دیا ۔ میرے بڑے کرم فرما تھے اور انھوں نے میرے مشاغل میں ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کیا ۔

اور ہم لوگ گفتگو کرنے لگے ۔ رات کے ساڑھے نو بجے تک بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر طے پایا کہ وہ دونوں صاحبان اگلے روز تین بجے (سہ پہر) میرے مکان[۱] پر آئیں اور میرے دوستوں سے تبادلۂ خیالات کریں ، جس کے بعد ہم سب لوگ حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوں ۔ ساڑھے نو بجے رات وہ لوگ اٹھے اور میں ان کے ساتھ میکلوڈ روڈ پر ''میڈیکل کالج'' کے ہوسٹل تک گیا ۔

۲۵ مئی ۱۹۳۵ء : نماز جمعہ سے فارغ ہو کر انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ کے ارکان کے ساتھ مجوزہ ''جمعیت شبان المسلمین'' کے متعلق گفتگو کی اور ان میں سے چار حضرات کے دستخط حاصل کیے ۔

۳۰ مئی ۱۹۳۵ء : کل ۵ بجے کے بعد پروفیسر منیرالدین صاحب[۲] تشریف لائے ۔ میں نے ان کو اور راجہ حسن اختر صاحب[۳] کو مجوزہ ''جمعیتہ شبان المسلمین'' کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے بلایا تھا ، لیکن چونکہ مؤخرالذکر تشریف نہ لائے اس لیے پروفیسر صاحب سے اسلامیہ کالج کے متعلق گفتگو ہوتی رہی ۔ ۷ بجے وہ تشریف لے گئے اور میں بھی گھر سے باہر نکلا ۔ رات واپسی پر معلوم ہوا کہ راجہ صاحب میرے جانے کے بعد میرے ہاں تشریف لائے تھے ۔ اور ان کے ہمراہ کوئی اور صاحب بھی تھے ۔

۲۱ اگست ۱۹۳۵ء : آج ہمارے[۴] ہاں مجوزہ جمعیت شبان المسلمین کے ہمدردوں کا جلسہ ہوا جس میں جمعیت کی بنیاد رکھ دی گئی ۔ نیز ارکان نے تحریری طور پر اطاعتِ امیر کا عہد کیا[۵] اور جمعیت کی امارت کے لیے علامہ

۱۔ میرا مکان ''قدیر منزل'' ''جاوید منزل'' کے بالمقابل میو روڈ کے دوسری طرف قریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر تھا ۔ یوں حضرت علامہ مرحوم کے ملنے والوں میں غالباً سب سے زیادہ ان کے قریب رہتا تھا ۔

۲۔ پروفیسر منیرالدین ایم ۔ ایس ۔ سی اسلامیہ کالج لاہور میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے اور احیاءاسلام کی تحریکوں میں بہت دلچسپی رکھتے تھے ۔

۳۔ راجہ حسن اختر صاحب پی ۔ سی ۔ ایس تھے ۔ بڑے اچھے اسلامی خیالات رکھتے تھے اور عمر بھر بڑے اچھے مشاغل میں مصروف رہے ۔ آخر عمر میں سرکاری ملازمت سے الگ ہو کر سیاست میں مصروف ہو گئے تھے ۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے اقبال اکیڈمی کی گورننگ کونسل کے رکن نامزد ہو گئے تھے اور کبھی کبھی اس کی کارروائی میں حصہ لینے کے لیے کراچی آتے رہتے تھے ۔ یہیں میری ان سے آخری ملاقات ہوئی تھی ۔

۴۔ یعنی میرے مکان ''قدیر منزل'' پر ۔

۵۔ اس غرض کے لیے جو عہد نامہ طبع کرایا گیا تھا ، اس کا ذکر آگے آتا ہے ۔ دیکھیے نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۸۹ پر ۔

سر محمد اقبال کا اسم گرامی تجویز ہوا ۔ پروپژنل سیکرٹری کا کام ثاقب صاحب[۱] کے سپرد ہوا اور خزانچی بدر صاحب[۲] مقرر ہوئے ۔

آج ہمارے ہاں کا اجلاس بہت کامیاب رہا ، غیرمعمولی رونق تھی ، نذیر نیازی صاحب[۳] نے گفتگو کو بہت پر لطف بنا دیا ۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغنی بھٹی ، ڈاکٹر عبدالحمید ملک[۴] ، ثاقب صاحب ، افضل صاحب ، بدر صاحب ، طارق صاحب[۵] ، ابوالخیر صاحب[۶] ، ہنی صاحب[۷] ، خواجہ غلام دستگیر صاحب[۸] ، ارمان صاحب[۹] بھی تھے ۔

۱۔ یعنی نجم الثاقب جو اس زمانہ میں ''کنگ ایڈورڈ میڈیکل'' کالج لاہور کے طالب علم تھے ۔ میرے بڑے مستعد اور مخلص شریک کار تھے ۔ جنگ عظیم میں غالباً برما کے محاذ پر راہی ملک بقا ہو گئے تھے ۔ مرحوم پنجاب کی مشہور ماہر تعلیم محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کے چھوٹے بھائی تھے ۔

۲۔ بدرالدین بدر صاحب ایک مخلص نوجوان تھے اور اس زمانہ میں رہن پریس ، لاہور میں کام کرتے تھے ۔

۳۔ سید نذیر نیازی صاحب حلقۂ اقبال کے مشہور و معروف رکن ہیں ، جو اب تک اقبال پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں ۔

۴۔ ڈاکٹر عبدالحمید ملک میو ہسپتال کے مشہور ڈاکٹر ہیں ۔ ان کی تمام عمر خدمت دین و ملت میں صرف ہوئی ہے ۔ انتہا درجہ کے صالح اور مخیّر مسلمان ہیں ۔ میرے ساتھ ہر نیک کام میں انہوں نے اشترک عمل کیا ہے ۔

۵۔ مراد عبدالرشید طارق صاحب سے ہے جو اس زمانہ میں طالب علم تھے اور ایم ۔ اے ہونے کے بعد سلسلۂ ملازمت میں منسلک ہوئے ۔ قیام پاکستان کے بعد وہ حکومت پاکستان کی وزارت معلومات میں آفیسر ہو گئے تھے ۔

۶۔ مراد مولانا ابوالخیر عبداللہ ایم ۔ اے سے ہے جو اب اسلامیہ کالج لاہور سول لائن میں لیکچرار ہیں ۔

۷۔ مراد مسٹر محمد شریف ہنی بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی سے ہے جو ہمیشہ علمی اور تاریخی مسائل میں دلچسپی لیتے رہے ہیں اور آج کل ہنی قوم کی تاریخ مرتب کرنے میں منہمک ہیں ۔

۸۔ خواجہ غلام دستگیر صاحب دفتر اکونٹنٹ جنرل میں اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر ''انجمن حمایت اسلام'' کے دفتر میں آنریری فنانشل سیکرٹری ہو گئے تھے ۔

۹۔ مراد مولوی خدا بخش صاحب سے ہے جو اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ میں اورینٹل ٹیچر تھے ۔ وہ اس زمانہ میں بچوں کا ایک ہفتہ وار اخبار 'نونہال' بھی ایڈٹ کرتے تھے اور گاہے گاہے قومی اور اخلاقی نظمیں کہتے تھے جن میں ارمان تخلص استعمال کیا کرتے تھے ۔ عمر بھر دین و وطن کی خدمت میں ہر

۲۲ اگست ۱۹۳۵ء : علامہ سر محمد اقبال کے دل میں اسلام کا جو درد موجود ہے اور اسلام کو دنیا میں با اقبال و سربلند دیکھنے کا جو جذبہ ان کے قلب میں موجزن ہے اس کے بروئے کار آنے کی شدید ضرورت ہے اور اس کی صورت یہی ہے کہ ان کے گرد فدائیوں کا ایک ایسا گروہ جمع کر دیا جائے جو صدق دل کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دینے پر آمادہ ہو ۔ اس صورت میں ایک طرف خود حضرت علامہ کے دل و دماغ میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوگی جو قوم سے کام لے سکے گی اور دوسری طرف وہ جماعت آپ سے وابستہ ہو چکی ہوگی جس میں زبردست قوت عمل بروئے کار آئے گی ۔ خدا کرے کہ میرا یہ خواب سچا ثابت ہو اور نوجوانانِ اسلام کثیر تعداد میں ایک فعال جماعت کی صورت میں منظم ہو جائیں ۔ اگر اس بارے میں میری کوششیں کامیاب ہو جائیں تو یہ میرے لیے بڑی ہی خوش نصیبی کا باعث ہوگا ۔

یکم ستمبر ۱۹۳۵ء : آج ''جمعیۃ شبان المسلمین'' کا اجلاس میرے مکان پر ہوا اور رکنیت کے مطبوعہ فارم[1] حاضرین میں تقسیم ہوئے ۔ قرار پایا کہ کل ایک وفد حضرت علامہ کی خدمت میں پیش ہو کر اس جماعت کی طرف سے چند معروضات پیش کرے اور کوشش کی جائے کہ جلد از جلد کام شروع ہو جائے ۔ آج کے اجتماع میں راجہ حسن اختر صاحب بھی شریک ہوئے اور اجلاس کے اختتام کے بعد بھی وہ دیر تک بیٹھے رہے ۔

۲ ستمبر ۱۹۳۵ء : آج دفتر ''اسلام''[2] کو جاتے ہوئے میں علامہ

چھوٹی بڑی تحریک میں حصہ لیتے رہے ۔ تحریک ہجرت سے لے کر تحریک جہاد کشمیر سبھی میں زبردست قربانیاں کرتے رہے ۔ اب ریٹائرڈ زندگی بسر کرتے ہیں ۔

۱۔ اس فارم کا مضمون حسب ذیل تھا :

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و اقبال کے حصول کے لیے جو جماعت قائم کی گئی ہے ، میں اس کا رکن بننے کے لیے تیار ہوں اور اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ امیر کی اطاعت قرآن و سنت کے مطابق بہرحال اور بروقت بلا چون و چرا کروں گا ۔

(۲) میں متمنی ہوں کہ اس جماعت کی امارت علامہ سر محمد اقبال مدظلہ کے دست مبارک میں ہو ۔

نام——— پتہ——— دستخط

۲۔ ''اسلام'' انجمن خدام الدین لاہور کا پندرہ روزہ انگریزی پرچہ تھا ، جو ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء تک بڑی باقاعدگی کے ساتھ نکلتا رہا ۔ اس کی ترتیب و ادارت کا کام تمام تر میرے سپرد تھا ۔ لیکن چونکہ اس میں انگریزوں کے خلاف

سر محمد اقبال سے ملا اور انھیں مطبوعہ فارم (رکنیت) دکھایا ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فارم ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب کو علی گڑھ بھیجا جائے ۔

۳ ستمبر ۱۹۳۵ء : کل چھ بجے شام پانچ نوجوانوں کے ہمراہ سر محمد اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ بعد میں تین اور دوست جن میں راجہ حسن اختر شامل تھے، آ گئے ۔ قریباً آٹھ بجے تک یہ اجتماع قائم رہا ۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ نے دوران گفتگو علم و حکمت کے دریا بہا دیے ۔ الہام اور عقل ، تقدیر اور اہل نیوت اور تصوف ایسے بہت سے موضوع زیر بحث آئے ۔ کاش کہ ایسے مواقع پر ان کے تمام الفاظ نقل کر لیے جایا کریں ۔[۱]

۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء : ماہ ستمبر کے شروع میں جمعیۃ شبان المسلمین کے کام کی بنیاد رکھ دی گئی تھی اور ثاقب صاحب اس کے عارضی ناظم منتخب ہوئے تھے ، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک انھوں نے کوئی کارروائی نہیں کی ۔

شدید نکتہ چینی ہوتی تھی اور میں سرکاری ملازم تھا اس لیے بحیثیت مدیر مسئول اس پر نام خواجہ محمد رشید وائیں صاحب کا لکھا گیا تھا ۔ خواجہ صاحب موصوف لاہور کی مشہور آسٹریلیا فیملی کے سب سے بڑے رکن ہیں اور ہمیشہ دینی تحریکات میں پورے جوش و خروش کے ساتھ شریک ہوتے رہے ہیں - اخبار 'اسلام' جنگ عظیم ثانی کے شروع ہی میں بند کر دیا گیا تھا ۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ میں نے اخبار کے صفحہ اول پر ایک مضمون ''ممالک مشرق میں مغربی حکومتوں کے مظالم'' کے عنوان سے لکھا جس میں مختلف انگریزی کتابوں کے اقتباسات جمع کر دیے گئے تھے اور اپنی طرف سے کوئی اظہار رائے نہ کیا گیا تھا ۔ سب کتابیں جن کے اقتباسات جمع کیے گئے تھے عام طور بازار اور لائبریوں میں موجود تھیں ۔ لیکن اس کے باوجود حکومت پنجاب نے اخبار سے پانچ سو روپیہ کی ضمانت طلب کر لی ۔ انجمن نے ہائی کورٹ میں اس حکم کے خلاف اپیل کی لیکن وہ چیف جسٹس نے رد کر دی ۔ اس پر انجمن نے اخبار بند کر دیا اس لیے کہ اگر ضمانت داخل کی جاتی تو اس کے ضبط ہو جانے کا احتمال تھا ۔ اس مقدمہ میں انجمن کی طرف سے مرحوم ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے ، جو اپنے آخری دنوں میں پنجاب کی مجلس مقننہ کے اسپیکر تھے ، پیروی کی تھی ۔

''اسلام'' ہی وہ پرچہ تھا جس میں علامہ مرحوم کا معرکہ آرا انگریزی مضمون ''اسلام اور احمد ازم'' پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا ۔ علامہ مرحوم کے کئی اور بیانات بھی اس پرچہ میں شائع ہوئے تھے اور اس کے شذرات میں اکثر ان کے مشورے ہی سے لکھا کرتا تھا ۔ آپ اس پرچہ کا التزام کے ساتھ مطالعہ فرمایا کرتے تھے ، جو میرے ایسے ہیچمدان کے لیے بہت ہی ہمت افزائی کا موجب تھا ۔

۱۔ میں اگرچہ حضرت علامہ کے ملفوظات گھر جا کر ضبط کر لیا کرتا تھا لیکن تعجب ہے کہ اس تاریخ کے ارشادات محفوظ نہیں ۔

۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء : آج میرے مکان پر معتقدین اقبال کا اجتماع ہوا جس میں راجہ حسن اختر صاحب اور پروفیسر منیرالدین صاحب کے علاوہ ثاقب صاحب، بنی صاحب، ابوالخیر صاحب، ڈاکٹر بھٹی صاحب بھی شریک ہوئے اور ظاہر ہوا کہ لوگ اصل تجویز دربارہ ''جمعیہ شبان المسلمین'' پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں، وہ سب محض اس بات کے حامی تھے کہ ایک دارالمطالعہ قائم کیا جائے جہاں اقبال کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہوا کرے۔ چناں چہ اس پر اجلاس ختم ہو گیا۔[1]

ایک بڑی ہی خوش آیند تحریک کایہ المناک انجام ہم لوگوں کے کمزور ارادوں کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو اٹھارہ انیس احباب کا اجتماع ایک دوست کے مکان پر ہوا اور ''بزم اقبال'' کا قیام عمل میں آیا۔ بزم کا مقصد ''اقبال'' کے کلام کا مطالعہ قرار پایا۔ اس میں میرا انتخاب بحیثیت معتمد عمل میں آیا اور صوفی تبسم صاحب اور سید نذیر نیازی مجلس منتظمہ کے ارکان مقرر ہوئے۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

۱۔ شاید ایسے ہی حالات میں کبھی حضرت علامہ نے یہ شعر کہا تھا:

دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مرد تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا